مولانا ابن الحسن عباسی ☆

واقدی بحیثیت سیرت نگار

امام واقدی کے نام سے کون ناواقف ہے، نابغۂ روزگار مؤرخ، سیرت و مغازی کی تاریخ کا امام، فنِ حدیث کا ماہر، روایتِ حدیث میں مختلف فیہ، فقیہ و مفسر، نام محمد، والد کا نام عمر اور دادا کا نام واقدی ہے، دادا کی نسبت سے انہیں واقدی کہا جاتا ہے اور نام سے زیادہ اسی نسبت سے آپ مشہور ہیں۔(۱)

صحیح اور راجح قول کے مطابق آپ کا سن ولادت ۱۳۰ ہجری (۷۴۸ء) ہے (۲)

آپ کی پرورش مدینہ منورہ میں ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ منورہ میں اسلامی علوم کی بہار جوبن پر تھی، صحابہؓ کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے جلیل القدر تابعین موجود تھے، اس فضا میں آپ پلے بڑھے اور امام و مؤرخ بلکہ اگر کہا جائے کہ اسلامی غزوات و معرکوں کے سید المؤرخین بنے تو بے جانہ ہوگا۔

واقدی نے اسامہ بن زید، حضرت سفیان ثوری، اسماعیل بن ابراہیم، ولید بن کثیر، ابن جریج، محمد بن عجلان اور امام مالک رحمہم اللہ جیسے اساطینِ علم سے استفادہ کیا، ان سے روایات لیں اور آپ سے فیضیاب ہونے والوں میں احمد بن خلیل، احمد بن رجا، ابن ابی شیبہ، ابن سعد، ابن ابی حاتم اور امام شافعی رحمہم اللہ ایسے اہلِ علم شامل ہیں۔(۳)

واقدی غزوات اور اسلامی واقعات و معرکوں کے یگانۂ روزگار محقق و مؤرخ تھے، واقعات کی تحقیق میں واقدی صرف روایت پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ہر غزوے، معرکے اور ہر واقعے کے محلِ وقوع کا مشاہدہ بھی ضروری سمجھتے تھے، فرماتے تھے جب کوئی مجھے کسی

☆۔رفیق شعبۂ تصنیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

غزوے یا کسی صحابیؓ کی شہادت کے محلِ وقوع کے متعلق بتاتا تو میں خود جاکر متعلقہ جگہ کا مشاہدہ کرتا۔(۴) ہارون قروی کہتے ہیں میں نے واقدی کو مکہ معظّمہ میں مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا، پوچھا "کہاں کا ارادہ ہے؟" کہنے لگے "غزوۂ حنین کا محلِ وقوع دیکھنے جارہا ہوں" (۵) اس تحقیقی مزاج کی وجہ سے واقدی اپنے دور میں اسلامی معرکوں اور غزوات کے سب سے بڑے مؤرخ سمجھے جاتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک بار مدینہ منورہ گئے تو اپنے وزیر یحییٰ بن خالد سے کہا "کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جو نزول وحی کے مواقع، شہدائے اسلام کی قبور اور غزوات کے محل وقوع سے بخوبی واقف ہو" یحییٰ نے تلاش شروع کی، جس سے بھی پوچھتے وہ واقدی کا نام بتاتا، چنانچہ واقدی کو ہارون الرشید سے ملایا گیا اور رات بھر واقدی نے انہیں مدینہ منورہ کا ہر وہ گوشتہ بتایا جس کے ساتھ اسلامی تاریخ کی کوئی یاد وابستہ تھی، صبح ہوئی تو ہارون الرشید نے دس ہزار درہم کی خطیر رقم دے کر انہیں رخصت کیا۔(۶) یہ تھے اس وقت کے بادشاہ اور اہلِ علم!

ذریعہ معاش

واقدی نے تجارت کو ذریعۂ معاش بنایا تھا، مدینہ منورہ میں گندم کی تجارت کرتے تھے، طبعاً شاہ خرچ اور ہاتھ میں سوراخ رکھتے تھے، اس لئے مقروض ہوگئے، ہارون الرشید سے شناسائی تو ہوگئی تھی، ہارون کے ایک وزیر سے دوستی بھی تھی، اس لئے مدینہ منورہ سے بغداد کے لئے پابہ رکاب ہوئے، وزیر نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، ہارون الرشید نے بڑا اکرام کیا اور تین ہزار درہم عطا فرمائے، وزیر نے بغداد میں مستقل رہنے کی فرمائش کی، چنانچہ مدینہ منورہ جاکر قرض ادا کیا، پھر بغداد آئے اور تاحیات یہیں رہے۔(۷)

کچھ عرصہ بعد ہارون الرشید نے واقدی کو بغداد کے مشرقی حصے کا قاضی بنایا(۸) لکھا ہے اس حصے کی طرف جب وہ منتقل ہو رہے تھے تو ان کی کتابوں کا ذخیرہ ایک سو بیس اونٹوں کے ذریعہ منتقل کیا گیا۔(۹)

ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید بھی واقدی کے علم و فضل کے معترف اور ان کی شخصیت کے بڑے معتقد تھے، کہتے تھے:

ماقدمت بغداد ألا لأ کتب کتب الواقدی(۱۰)

یعنی میرے بغداد آنے کا مقصد صرف واقدی کی کتابوں کو نقل کرنا ہے۔

مامون الرشید جب خلیفہ بنے تو واقدی کے ساتھ ان کے اکرام وانعام کا سلسلہ برابر جاری رہا، واقدی کا حافظہ غضب کا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ قرآن مجید کا زیادہ حصہ حفظ نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ مامون الرشید نے ان سے کہا کہ!

''آج جمعہ کی نماز آپ نے پڑھانی ہے''

کہنے لگے!''مجھے سورۃ جمعہ یاد نہیں''

مامون نے کہا!''میں یاد کرادوں گا''

چنانچہ مامون نے انہیں یاد کرانا شروع کیا، سورۃ کا ابتدائی حصہ یاد کراتے تو وہ آخری حصہ بھول جاتے، آخری یاد کراتے تو وہ حصہ اول بھول جاتے، تب مامون نے کہا:

ھذارجل یحفظ التاویل، ولا یحفظ التنزیل

''یہ شخص تاویل تو یاد کرلیتا ہے لیکن قرآن نہیں یاد کر سکتا''

پھر ان سے کہا چلئے کوئی دوسری سورت پڑھ لیجئے گا لیکن نماز آپ ہی نے پڑھانی ہے۔(۱۱)

غسانی کہتے ہیں میں نے ان کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھی تو سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیت **صحف أ براھیم و موسیٰ** کو انہوں نے **صحف عیسی و موسیٰ** پڑھا۔(۱۲)

ایثار و ہمدردی اور سخاوت و فیاضی

واقدی ایثار و ہمدردی اور سخاوت و فیاضی کے پیکر تھے، وہ بڑے مناصب پر رہے، حکومت سے اکرام وانعام بھی پاتے رہے، لیکن سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ان پر زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی، کہتے تھے ''خلیفہ نے چھ لاکھ درہم دیئے لیکن مجھ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی،'' پیسوں کو دانتوں سے پکڑنے کی صلاحیت آپ میں تھی ہی نہیں، آزاد ہاتھ چلانے

کے عادی تھے، جس کی وجہ سے بسااوقات بڑی تنگدستی ہو جاتی، قرضے چڑھ جاتے اور مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا، ایک مرتبہ اس طرح کی حالت سے پریشان ہو کر مامون الرشید کو خط لکھا اور قرضے کی ایک مقدار لکھ کر ان سے تعاون کی درخواست کی، مامون نے اس درخواست پر جو نوٹ لکھا اس سے جہاں ایک طرف مامون کی قدر شناسی، علم پروری اور ان کے فضل و کمال کا اظہار ہوتا ہے، وہیں واقدی کا حدیث سے عشق و محبت کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے، مامون نے لکھا!

> آپ میں دو خصلتیں ہیں ایک سخاوت اور دوسری حیا، سخاوت آپ کو مال خرچ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے اور حیا کی وجہ سے آپ ہمارے سامنے اپنے تمام قرضوں کا ذکر نہیں کرتے، اس لئے میں آپ کو طلب کردہ مقدار سے دوگنی رقم دے رہا ہوں، اگر اس رقم سے بھی آپ کی ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو اور حیا کی وجہ سے آپ ہمیں نہ بتائیں تو اس میں قصور وار آپ ہیں، ہم نہیں، اور اگر اس رقم سے آپ کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو مزید فراخ دلی سے خرچ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے وسیع ہیں، انفاق کا یہ کام نیکی اور ثواب کا کام ہے، ہارون الرشید کے زمانے میں جب آپ عہدۂ قضاء پر فائز تھے تو آپ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر ﷛ سے خطاب کر کے فرمایا :**یا زبیر! إن مفاتیح الرزق بازاء العرش ، ینزل اللّٰہ سبحانہ للعباد أرزاقھم علی قدر نفقا تھم، فمن کثر، کثرلہ ومن قلل، قلل علیہ** یعنی اے زبیر! رزق کی کنجیاں عرش کے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے خرچ کے مطابق رزق دیتے ہیں جو بکثرت خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراوانی کر دیتے ہیں اور جو کوتاہ دستی سے

خرچ کرتا ہے تو اس کا رزق بھی کم کر دیا جاتا ہے۔"

امام واقدی نے مامون الرشید کا یہ نوٹ پڑھ کر فرمایا:

"میں یہ حدیث بھول گیا تھا مجھے تو مامون کے عطیے سے زیادہ اس حدیث کی وجہ سے خوشی ہوئی"۔(۱۳)

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ

ایثار و ہمدردی یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے غم اور دکھ درد میں شریک ہونا، اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں سے ہے، معاشرے کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقاء میں اس کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے، اسلامی معاشرہ کی تاریخ میں اسلام کی تعلیم ایثار و ہمدردی کے بڑے عجیب واقعات ملتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ بغداد" میں امام واقدی کے حالات میں لکھا ہے!

واقدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بڑی مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچی، گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ بھی نہیں، بڑے تو صبر کرلیں گے لیکن بچے مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی سربمہر ایک تھیلی میرے ہاتھ تھما دی، میں گھر آیا، ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا، اس کے گھر بھی افلاس و غربت نے ڈیرہ ڈالا تھا، قرض رقم چاہتا تھا، میں نے گھر جا کر اہلیہ کو قصہ سنایا، کہنے لگیں، "کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "تھیلی کی رقم نصف نصف تقسیم کرلیں گے، اس طرح دونوں کا کام چل جائے گا" کہنے لگی "بڑی عجیب بات ہے، آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے، اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا ایک شخص اپنی حاجت لے کر آیا ہے اور آپ اسے ایک عام آدمی کے عطیے کا نصف دے رہے ہیں، آپ اسے پوری تھیلی دیدیں" چنانچہ میں نے وہ تھیلی کھولے بغیر سربمہر اس کے حوالہ کردی، وہ تھیلی لے کر گھر پہنچا تو میرا تاجر دوست اس کے پاس گیا، کہا "عید کی آمد آمد ہے، گھر میں کچھ نہیں، کچھ رقم قرض چاہیئے" ہاشمی دوست نے وہی تھیلی سربمہر اس کے

حوالہ کردی، اپنی ہی تھیلی اسی طرح سر بمہر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا تو میں نے اسے پورا قصہ سنایا، درحقیقت تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا، وہ سارا مجھے دے گیا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی دوست کے پاس چلا، ہاشمی نے جب وہ حوالے کرنا چاہا تو راز کھل گیا۔

ایثار و ہمدردی کے اس انوکھے واقعے کی اطلاع جب وزیر یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لے کر آئے، کہنے لگے:

"ان میں دو ہزار آپ کے، دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست کے،
دو ہزار تاجر دوست کے اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں
کیونکہ وہ تم سب میں زیادہ قابلِ قدر اور لائقِ اعزاز ہے۔(۱۴)

ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ یہ تھے وہ لوگ جن میں اسلام کی اخلاقی قدریں آباد تھیں اور جنہیں دیکھ کر غیر مسلم، اسلام قبول کرنے پر خود بخود آمادہ ہو جاتے تھے۔

اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لے کر!

واقدی نے بڑی مصروف اور علمی مشاغل سے بھرپور زندگی گزاری، موت زندگی کے ہر مسافر کی منزل ہے، ۱۱ ذی الحجہ ۲۰۷ ہجری، اتوار کے دن آپ کی وفات ہوئی، قاضی محمد بن سماعہ تمیمی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقبرہ خیزران میں دفن کئے گئے۔(۱۵)

وفات کے وقت واقدی کے پاس اتنی بھی رقم نہ تھی کہ اس سے تجہیز و تکفین کا انتظام ہو سکے، مامون الرشید نے یہ انتظام کیا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے قرضے ادا کئے۔(۱۶)

لیکن اپنے پیچھے چھ سو جزدانوں میں کتابوں کا اس قدر وسیع ذخیرہ چھوڑا کہ ایک جزدان دو آدمی اٹھا سکتے تھے گویا کہ ساری کتابیں اٹھانے کے لئے بارہ سو آدمیوں کی ضرورت تھی، واقدی کے دو غلام ایسے تھے کہ وہ دن رات لکھتے رہتے تھے۔(۱۷)

تصانیف

اسماعیل پاشا بغدادی نے "ہدیۃ العارفین" میں واقدی کی اکتیس کتابوں کے نام گنائے ہیں، ابن ندیم نے "الفہرست" میں اٹھائیس اور علامہ زرکلی نے "الاعلام" میں چودہ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔(۱۸)

اس میں اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے کہ ان میں اکثر کتابوں کی واقدی کی طرف نسبت بھی مشکوک ہے، واقدی کی چار کتابیں مطبوعہ ہیں۔
۱۔کتاب المغازی، ۲۔فتح افریقیہ، ۳۔فتح العجم، ۴۔فتح مصر والاسکندریہ۔(۱۹)

واقدی کی کتاب المغازی تین جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونس کی تحقیق ومقدمے کے ساتھ ۱۹۶۴ء میں مصر اور بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

واقدی کی تصانیف میں ایک کتاب کا نام "فتوح الشام" بھی ہے، اس نام کی کئی دوسرے علماء نے بھی کتابیں لکھی ہیں، مثلاً ابومحنف اور مدائنی کی تصانیف میں اس نام کی کتاب کا ذکر ملتا ہے۔(۲۰) اس وقت "فتوح الشام" کے نام سے جو کتاب مشہور و شائع ہے جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے عموماً واقدی کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقدی کی تصنیف اور ان ہی کی "فتوح الشام" ہے بلکہ ڈاکٹر مارسڈن جونس نے واقدی کی طرف اس کی نسبت تسلیم ہی نہیں کی، وہ لکھتا ہے:

> **امافتوح الشام، وفتوح العراق للواقدی، فقد فقدا، ولم نعثر علی أثرلهما، ومایتداوله الناس الیوم باسم "فتوح الشام" "فتوح العراق" وغیرهما، لیست له، اذأنها متأخرة عنه (۲۱)**

> "واقدی کی "فتوح الشام" اور "فتوح العراق" مفقود ہو چکی ہیں، ان دونوں کتابوں کا ہمیں کچھ پتہ نہیں لگ سکا، لوگوں کے درمیان "فتوح الشام" اور "فتوح العراق" وغیرہ کے نام سے جو کتابیں آج متداول ہیں، یہ واقدی کی نہیں، کیونکہ یہ واقدی

کے بعد کی ہیں۔

واقدی پر تشیع کا الزام

ابن ندیم نے الفہرست میں واقدی کو شیعوں کے ساتھ جوڑا ہے۔(۲۲) لیکن یہ ابن ندیم کا تفرد ہے، انہوں نے نہ کوئی معتبر دلیل ذکر کی اور نہ ہی کوئی معتبر حوالہ ذکر کیا، واقدی کے ترجمہ نگاروں میں ان کے علاوہ کسی نے بھی واقدی کو شیعہ نہیں کہا، خاندان بنوامیہ کے ان کے ساتھ گہرے تعلقات، اعزاز واکرام اور منصب قضاء کی تفویض اس کی نفی کرتی ہے، پھر ابن ندیم ہی کا معاصر اور مشہور شیعہ عالم طوسی نے شیعہ علماء اور ان کی کتابوں کے تعارف پر مشتمل اپنی کتاب ''الفہرس'' میں نہ واقدی کا ذکر کیا ہے اور نہ واقدی کی کتابوں کا، اگر واقدی واقعتاً شیعہ ہوتے تو ان کے ذکر سے طوسی کی ''الفہرس'' کیونکر خالی ہوتی۔

اسی طرح مشہور شیعہ عالم ابن ابی الحدید ''شرح نہج البلاغہ'' میں واقدی سے ایک طویل فقرہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ ''**وفی روایة الشیعة** ......''(۲۳) اور آگے پھر شیعوں کی روایات نقل کرتا چلا جاتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید واقدی کو شیعہ نہیں سمجھ رہا۔ معلوم نہیں ابن ندیم نے انہیں کیسے شیعہ سمجھ لیا، اس سلسلے میں ابن ندیم سے تسامح ہوا ہے۔

امام واقدی میزانِ جرح و تعدیل میں

روایت حدیث کے لئے جرح و تعدیل کے اصول علمائے اسلام اور محدثین کا وہ

تھی، وار ... کی تاریخ میں نہیں ملتی، حدیث کی صحتِ روایت کے لئے

... عملی پہلوؤں کو اس باریک بینی سے جانچا گیا کہ جہاں ذرا

... ن وہاں سے اٹھالیا گیا اور اس راوی کی بیان کردہ روایات و

... ں ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

... رہنے والے اس دین کی ابدی تعلیمات کی بقاء کے لئے جرح

وتعدیل کے ان اصولوں کی وضع ضروری تھی، لیکن اصولِ جرح وتعدیل کا یہ معیار احادیث نبویہ کے لئے ہے، تاریخ، عام واقعات اور اسلامی معرکوں کی تفصیلات کے لئے روایت کا اس قدر بلند اور سخت معیار نہ رکھا گیا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

واقدی تاریخ، غزوات اور اسلامی واقعات میں بلاشبہ امام اور کسی اختلاف کے بغیر ایک مسلمہ شخصیت ہے، البتہ فن حدیث کے محدثانہ معیار کے مطابق وہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں، ان پر جرح کرنے والے بھی ہیں اور ان کی تعدیل کرنے والے بھی ہیں، لیکن حدیث میں مختلف فیہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیرت، تاریخ، مغازی اور واقعات میں بھی انہیں غیر معتبر کہا یا سمجھا جائے۔

ائمہ جرح وتعدیل واقدی کے متعلق تین طبقوں میں تقسیم ہیں، ایک بڑے طبقے نے ان پر جرح کی ہے، دوسرے طبقے نے ان کی تعدیل کی ہے اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس سے جرح اور تعدیل دونوں منقول ہیں۔

﴿۱﴾ جن حضرات نے ان پر جرح کی ہے، ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور علمی حیثیت سے بھی وہ بلند ہیں، ان میں امام بخاری (۲۴)، امام مسلم، (۲۵) امام ابوداؤد، (۲۶) امام نسائی، (۲۷)، امام احمد، (۲۸) امام شافعی، (۲۹) یحییٰ بن معین، (۳۰) دارقطنی (۳۱)، علی بن المدینی، (۳۲) اسحاق بن راہویہ، (۳۳) ابوحاتم رازی، (۳۴) ابوزرعہ، (۳۵)، حاکم، (۳۶) وکیع (۳۷) ابن نُمیر، (۳۸) ہیثمی، (۳۹)، عقیلی، (۴۰)، ابن عدی، (۴۱) ابن الاثیر، (۴۲) شامل ہیں، ان میں بعض حضرات کے الفاظ جرح سخت اور بعض کے الفاظ ذرا نرم ہیں، لیکن مجموعی طور پر ان سب نے واقدی کو ضعیف فی الحدیث قرار دیا ہے۔

﴿۲﴾ ائمہ جرح وتعدیل کے ایک دوسرے طبقے نے واقدی کی تعدیل کی ہے، ان میں! دراوردی (۴۳)، ابو عبید قاسم بن سلام (۴۴)، مصعب زبیری (۴۵)، محمد بن اسلام جمحی (۴۶)، ابراہیم حربی (۴۷)، معن بن عیسیٰ (۴۸)، یزید بن ہارون (۴۹)، مجاہد بن موسیٰ (۵۰)، سلیمان شاذکولی (۵۱)، ابن سعد (۴۲)، محمد بن اسحاق صنعانی (۵۳)، رمادی (۵۴)، عبداللہ بن سلیمان (۵۵)، ابو یحییٰ الازہری (۵۶) اور مسیبی (۵۷) شامل ہیں۔ ان میں بعض کے الفاظِ تعدیل ہلکے ہیں اور بعضوں کے الفاظ انتہائی عقیدت کے ہیں،

دراوردی نے تو انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔

﴿۳﴾ تیسرے طبقے میں وہ ائمہ ہیں جن سے جرح و تعدیل دونوں منقول ہیں، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تعدیل بھی منقول ہے۔(۵۸) اور جرح بھی۔(۵۹)

اسی طرح عبداللہ بن مبارک سے بھی جرح اور تعدیل دونوں منقول ہیں۔(۶۰)

اصحابِ صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک حدیث واقدی کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں بھی نام کے بجائے "شیخ لنا" کے الفاظ ہیں۔(۶۱)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقدی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے امام ابن ماجہ نے ان کا نام لینے کی جسارت نہیں کی۔(۶۲)

لیکن دوسرے حضرات نے فرمایا کہ یہ تصرف ابن ماجہ نے نہیں کیا ہے بلکہ یہ ان کے شیخ ابن ابی شیبہ کا تصرف ہے۔(۶۳)

حافظ مغلطائی نے واقدی کی حمایت اور ان کی توثیق کی ہے، حافظ ابن حجر ان کی حمایت پر تبصرہ کرتے ہوئے "فتح الباری" میں لکھتے ہیں۔

> واقدی کی حمایت میں مغلطائی نے تعصب سے کام لیا ہے، چنانچہ ان کو ثقہ قرار دینے والوں کا کلام تو ذکر کیا لیکن جنہوں نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے ان کے کلام سے خاموشی اختیار کرلی، حالانکہ یہ عدد کے اعتبار سے بہت، حفظ و اتقان کے حوالے سے پختہ اور واقدی کو ان سے زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔(۶۴)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کے اس تبصرے کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں!

> ماللواقدی، وقدروی عنه الشافعي، وأبوبكر بن أبي شيبة، وأبوعبيد، وأبوخيثمة: وعن مصعب الزبيری: ثقة مامون، وكذاقال المسيبي. وقال أبوعبيد: ثقة، وعن الدراوردی: الواقدی أمير المؤمنين فی الحديث.(۶۵)

واقدی کو کیا ہے، جبکہ امام شافعی، ابو بکر بن ابی شیبہ، ابو عبید اور ابو خیثمہ جیسے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں، مصعب زبیری سے ان کے متعلق "ثقۃ مامون" کے الفاظ منقول ہیں، مسیبی نے بھی ان کے متعلق یہی الفاظ کہے، ابو عبید نے انہیں "ثقۃ" کہا اور دراوردی سے منقول ہے کہ واقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں"

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جرح کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور علمی رتبے کے لحاظ سے بھی وہ بلند ہیں، اس لئے فن حدیث میں واقدی کے متعلق جرح کرنے والوں کا پلڑا بہرحال بھاری ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "سیر اعلام النبلاء" میں ان کے تذکرے کے شروع میں لکھا:

ومع هذا فلا يستغنى عنه فى المغازى وأيام الصحابة وأخبارهم (٦٦)

یعنی ضعیف ہونے کے باوجود مغازی، عہد صحابہ اور ان کے واقعات میں واقدی سے بے نیازی نہیں برتی جاسکتی۔

اور ان کے تذکرے آخر میں لکھا:

مع أن وزنه عندى أنه مع ضعفه، يكتب حديثه، ويروى لأنى لا أتهمه بالوضع (٦٧)

"اس کے ساتھ ساتھ میرے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود واقدی کا رتبہ یہ ہے کہ ان کی حدیث لکھی اور اس کی روایت کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ میں اس پر حدیث وضع کرنے کی تہمت نہیں لگاتا۔"

حاصل یہ ہے کہ واقدی مغازی اور تاریخ میں تو بلاشبہ امام ہیں اور حدیث میں ضعیف ہیں لیکن اس قدر بھی ضعیف نہیں کہ ان کی روایت کو لینا درست ہی نہ ہو، ان کی

روایت کردہ حدیث لکھی اور بیان کی جاسکتی ہے۔

امام واقدی کے متعلق مولانا شبلی نعمانی کی رائے

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ امام واقدی کو علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے بالکل غیر معتبر قرار دیا اور کہا کہ ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''محمد بن اسحاق نے فن مغازی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، وہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہیں، شہرت عام میں اگرچہ واقدی ان سے کم نہیں لیکن واقدی کی لغو بیانی مسلمۂ عام ہے اور اس لئے ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے، محمد بن اسحاق تابعی ہیں ...... ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین میں اختلاف ہے، امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں، لیکن محدثین کا عام فیصلہ یہ ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں استناد کے قابل ہیں''۔(۶۷)

امام واقدی کے متعلق علامہ شبلی اپنی رائے میں اعتدال قائم نہیں رکھ سکے، مؤرخین اور ائمہ اسماء رجال میں سے کسی نے بھی مغازی اور تاریخ میں واقدی کو غیر معتبر نہیں سمجھا، جو بات انہوں نے اس عبارت میں محمد بن اسحاق کے متعلق کہی ہے، یہی بات ہو بہو واقدی کے بارے میں بھی درست ہے، محدثین کا عام فیصلہ محمد بن اسحاق کی طرح واقدی کے متعلق بھی یہی ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں قابل استناد ہیں، علامہ ذہبی وغیرہ کی عبارتیں ہم نے ماقبل میں ذکر کر دی ہیں۔

محمد بن اسحاق اور واقدی دونوں پر جرح بھی ہے اور دونوں کی تعدیل بھی ہے، پھر مغازی اور سیر میں ایک کی روایتوں کو قابلِ استناد کہنا اور دوسرے کو لغو بیان قرار دینا ایسا دوہرا معیار ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، یہ تو وہی بات ہوئی کہ ؎

تمہاری زلف میں پہنچ کر حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی

واقدی کو اگر لغو بیان قرار دیا جائے تو ابن جریر کی ''تاریخ طبری''ابن کثیر کی ''البدایہ والنہایہ'' اور ابن سعد کی شہرۂ آفاق کتاب ''طبقات ابن سعد'' کے ان تمام واقعات اور روایات کو لغو ماننا پڑیگا جو واقدی سے منقول ہیں ''طبقات ابن سعد''کا تو اکثر حصہ واقدی سے منقول ہے تاریخی اعتبار سے وہ بھی غیر مستند ٹھہرے گا، قابلِ حیرت بات یہ ہے کہ طبقات ابن سعد کو شبلی نعمانی نے ایک لاجواب کتاب قرار دیا، وہ لکھتے ہیں:

> واقدی خود تو قابل ذکر نہیں لیکن ان کے تلامذۂ خاص میں سے ابن سعد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہو سکا۔''(۶۹)

لیکن اس لاجواب کتاب کا اکثر حصہ خود شبلی نعمانی کے بقول واقدی سے ماخوذ ہے ،واقدی کی لغو بیانی اگر مسلمۂ عام ہے تو''طبقات ابن سعد'' لاجواب کہاں رہے گی!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الذھبی شمس الدین محمد بن أحمد الکاشف ۲/۲۰۶، مؤسسۃ علوم القرآن جدہ/۱۴۱۳ھ

۲۔ المزّی جمال الدین یوسف، تھذیب الکمال فی أسما الرجال: ۲۶/۱۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت: ۱۴۱۳ء، والذھبی، محمد بن أحمد، سیر أعلام النبلاء: ۹/۴۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت: ۱۴۰۶ھ

۳۔ ابن حجر العسقلانی احمد بن علی، تہذیب التہذیب، ۹/۳۶۲، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد، دکن : ۱۳۲۷ھ، والخطیب البغدادی، احمد بن علی، تاریخ بغداد، ۳/۳، دار الکتاب العربی، بیروت

۴۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۶،
۵۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۶،
۶۔ سیر أعلام النبلاء، ۹/ ۴۶۵،
۷۔ سیر أعلام النبلاء، ۹/ ۴۶۵،
۸۔ یاقوت الحموی، یاقوت بن عبداللہ، معجم الأدباء: ۱۸/ ۷، احیاء التراث العربی، بیروت،
۹۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۴، وسیر أعلام النبلاء، ۹/ ۴۵۹،
۱۰۔ تہذیب الکمال، ۲۶/ ۱۸۹،
۱۱۔ سیر أعلام النبلاء، ۹/ ۴۶۰،
۱۲۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۷،
۱۳۔ ابن خلکان، احمد بن محمد بن أبی بکر بن خلکان، وفیات الأعیان، ۴/ ۳۴۶، دار صادر، بیروت
۱۴۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۲۰، وسیر اعلام النبلاء، ۹/ ۴۶۶،
۱۵۔ وفیات الأعیان، ۴/ ۳۴۸، و یوسف بن تغری: النجوم الزاهرة فی ملوک مصر و القاهرة، ۲/ ۱۸۴، المؤسسة المصریة، مصر، و محمد بن سعد: الطبقات الکبری: ۷/ ۳۳۵، دار صادر، بیروت و السمعانی: عبدالکریم بن محمد، الأنساب ۵/ ۵۶۷، دار الجنان، بیروت
۱۶۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۲۰،
۱۷۔ ابن ندیم، محمد بن اسحاق الوارق، الفہرست، ص ۱۱۱، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی،
۱۸۔ اسماعیل پاشا، بغدادی، هدیة العارفین أسماء المؤلفین و آثار المصنفین: ۶/ ۱۰، مکتبة المثنی، بیروت و الفہرست لابن ندیم، ۱۱۱، و خیر الدین الزرکلی، الاعلام قاموس تراجم لاشہر الرجال و النساء، ۶/ ۳۱۱، دار العلم للملائین، بیروت،
۱۹۔ الأعلام للزرکلی، ۶/ ۳۱۱،
۲۰۔ دیکھئے الفہرست لابن ندیم، ۸،
۲۱۔ ڈاکٹر مارسڈن جونس: مقدمة کتاب المغازی للواقدی، ۱/ ۱۶، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت
۲۲۔ الفہرست، ۱۱۱،
۲۳۔ ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغة، ۳/ ۳۳۹،
۲۴۔ محمد بن اسماعیل البخاری، التاریخ الصغیر: ۲۲۱، ادارہ احیاء السنہ گوجرانوالہ

۲۵۔ تہذیب الکمال، ۲۶/۱۸۸،
۲۶۔ تہذیب التہذیب، ۹/۳۶۷،
۲۷۔ النسائی احمد بن شعیب الضعفاء والمتروکین: ۳۰۳، ادارۂ احیاء السنہ، گوجرانوالہ،
۲۸۔ موسوعۃ أقوال الامام أحمد بن حنبل، للسید ابوالمعالی ورفقاء ہ: ۳/۲۹۷، عالم الکتب، بیروت، وعبدالحی ابن العماد الحنبلی، شذرات الذھب، فی أخبار من ذھب: ۲/۱۸، دار الافاق، الجدید بیروت،
۲۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/۴۶۶،
۳۰۔ العقیلی، محمد بن عمر، کتاب الضعفاء الکبیر، ۴/۱۰۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،
۳۱۔ دار قطنی: علی بن عمر، کتاب الضعفاء والمتروکین، ۱۳۶، الاثریۃ، سانگلہ ھل، شیخوپورہ
۳۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، الجرح و التعدیل، ۴/۲۱، دائرہ معارف عثمانیہ، حیدر آباد دکن
۳۳۔ موسوعۃ اقوال الامام احمد، ۳/۲۹۸،
۳۴۔ الذھبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ۳/۶۶۳، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر
۳۵۔ تاریخ بغداد، ۳/۱۵،
۳۶۔ تہذیب الکمال، ۲۶/۱۸۸،
۳۷۔ ضعفاء الکبیر للعقیلی، ۴/۱۰۷،
۳۸۔ ایضاً،
۳۹۔ الہیثمی: نورالدین علی بن أبی بکر، کشف الأستار عن زوائد البزار، ۱/۱۸۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، والہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۳/۱۶۸، دار الفکر، بیروت
۴۰۔ تہذیب التہذیب، ۹/۳۶۷،
۴۱۔ ابن عدی: عبداللہ بن عدی جرجانی الکامل فی ضعفاء الرجال ۶/۱۴۳، دار الفکر، بیروت
۴۲۔ ابن الاثیر، علی بن محمد بن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ۵/۲۰۶، دار الکتاب العربی، بیروت،
۴۳۔ تہذیب التہذیب، ۹/۳۶۵،
۴۴۔ تہذیب الکمال، ۲۶/۱۹۰،
۴۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/۴۵۸،
۴۶۔ تاریخ بغداد، ۳/۵،
۴۷۔ معجم الادباء، ۱۸/۲۸۷،
۴۸۔ تاریخ بغداد ۳/۱۱،

۴۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/۴۶۱،

۵۰۔ سیر اعلام النبلا، ۹/۴۵۹،

۵۱۔ تہذیب التہذیب، ۹/۴۶۵،

۵۲۔ میزان الاعتدال، ۳/۶۶۵،

۵۳۔ تہذیب التہذیب، ۹/۳۶۵

۵۴۔ موسوعۃ اقوال الامام احمد، ۳/۳۰۰،

۵۵۔ تاریخ بغداد، ۳/۱۴

۵۶۔ تاریخ بغداد، ۳/۱۱

۵۷۔ تہذیب الکمال، ۲۶/۱۹۲،

۵۸۔ تاریخ بغداد، ۳/۸

۵۹۔ الضعفاء الصغیر للبخاری، ۲۷۵

۶۰۔ جرح کے لئے دیکھئے الضعفاء الکبیر للعقیلی، ۴/۱۰۹، اور تعدیل کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال، ۲۶/۱۸۹،

۶۱۔ دیکھئے، سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ، ۱۰۹۵،

۶۲۔ سیر اعلام النبلا، ۹/۴۶۴،

۶۳۔ سبط بن العجمی، حاشیہ الکاشف للذھبی، ۲/۲۰۵، مؤسسۃ علوم القرآن، جدہ

۶۴۔ ابن حجر، فتح الباری شرح بخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۹/۱۴۱، قدیمی کتب خانہ کراچی

۶۵۔ بدرالدین محمود بن احمد العینی، عمدۃ القاری، شرح بخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۲۰/۶۹،۷۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ،

۶۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/۴۵۵،

۶۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/۴۶۹،

۶۸۔ مقدمہ سیرۃ النبی از شبلی نعمانی، ۱/۳۰، دارالاشاعت کراچی،

۶۹۔ مقدمہ سیرت النبی، ۱/۳۱،